

جواب الجواب

(مسئلہ مزارعت و کرایہ مکان)

محمد صغیر حسن معصومی

پروفیسر رفیع اللہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری تحقیقی نگارش پر عالمانہ داروگیر کی ہے اور علمی طریقے سے راہنمائی کی کوشش کی ہے۔ البتہ اپنے مفروضہ عقیدے کے اثبات میں انہیں یہ احساس نہ رہا کہ بہت سے نمایاں ابواب حدیث و فقہ نظر انداز ہو گئے ہیں۔ غنیمت ہے کہ انہوں نے بعض دوسرے ذی علم اصحاب کی طرح طعن و تشنیع سے کام نہیں لیا۔ چونکہ احقاق حق مقصود ہے اور کورانہ تقلید سے یہ ہیچمدان بھی احتراز کا قائل ہے، دوبارہ تبصرہ مسئلے کے زیر بحث نکات پر احادیث و آثار کی روشنی میں حسب ذیل پیش کرتا ہوں :-

مزارعت کے سلسلہ میں پروفیسر صاحب نے مفتوحہ ممالک کی اراضی، کی بحث پیش کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مزارعت کی شرعی حیثیت کوئی عملی حیثیت نہیں رکھتی۔ کہ پاکستان کی اراضی دیگر مفتوحہ ممالک کی طرح اسلامی بیت المال کی ملکیت قرار پاتی ہیں۔ یہ بیان بڑا دلچسپ ہے۔ لیکن تاریخی لحاظ سے واقعہ یہ ہے کہ علاؤالدین خلجی کے زمانے کے سوا اراضی ہندو پاکستان کا معتد بہ حصہ مغلوں کے عہد سے اکثر و بیشتر اقطاع کی شکل میں فوجی خدمات کے عوض افسروں کو یا اتالیق و اساتذہ نیز صوفیا کو دیا جاتا رہا ہے اور اسلامی بیت المال کا وجود یہاں کہیں نہیں ملتا۔

بہر کیف اصل سوال یہ ہے کہ زمین کی کل پیداوار کے ایک جز کے عوض اراضی کسی محنت کرنے والے کے سپرد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا طاسمین کے مضمون میں بھی اسی سوال سے بحث کی گئی ہے، اور اس ہیچمدان کے مضمون میں بھی۔ مولانا طاسمین نے حضرت رافع کی روایت کی بنیاد پر عدم جواز کو

ثابت کیا ہے ، اور پروفیسر رفیع اللہ نے ایک صحابی کی روایت پر اپنے مفروضہ عقیدے کی بنیاد رکھی ہے ۔ حضرت رافع سے کئی حدیثیں مروی ہیں اور مسب کو بیش نظر رکھنا ضروری ہے ۔ پھر ایک اور نکتہ جس کو ان دونوں حضرات نے نظر انداز کر دیا ہے ، یہ ہے کہ رافع بن خدیج سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا ”مزارعت بالفضہ والذهب“ ، بھی ممنوع ہے تو فرماتے ہیں : نہیں : سونے چاندی کے عوض زمین مزارعت کے لئے دینے میں کوئی مضائقہ نہیں : جسکا واضح مفہوم یہ ہوا کہ کھیتی کرنے کے لئے کسی مقرر رقم کے عوض زمین دینے میں کوئی خرابی نہیں ۔ اس مضمون کی حدیثیں صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد نیز دوسرے مجامیع حدیث میں نمایاں طور پر خاص باب کے ماتحت مذکور ہیں ۔

۱ - سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۵ ، مطبع مجیدی : حدثنا قتیبہ بن سعید عن مالک عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن عن حنظلہ بن قیس انہ سأل رافع بن خدیج عن کراء الارض ، فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کراء الارض ، فقلت أبالذهب والورق ؟ فقال : اما بالذهب والورق فلا بأس به ۔ (ترجمہ) قتیبہ بن سعید نے مالک سے انہوں نے ربیعۃ بن ابی عبدالرحمان سے انہوں نے حنظلہ بن قیس سے روایت کی کہ انہوں (حنظلہ) نے رافع بن خدیج سے پوچھا زمین کے کرائے کے بارے میں ، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرائے سے منع فرمایا ہے ، تو میں نے کہا کیا سونے اور چاندی کے عوض بھی کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے ؟ رافع نے جواب دیا اگر سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔

امام محمد بن شیبہ نے مؤطا میں (صفحہ ۳۵۶ ، یوسفی) اس حدیث کے مضمون کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں :

وبهذا ناخذ لآباس یکرأئھا بالذهب و الورق و بالحنطۃ کیلا معلوماً وضرباً

معلوما مالم يشترط ذلك سما يخرج منها ، فان اشترط سما يخرج منها كيلا معلوما فلا خيرفيه و هو قول ابى حنيفة والعامه من فقهاءنا، وقد سئل عن كرائها سعيد بن جبیر بالحنطة كيلا معلوما فرخص في ذلك، فقال هل ذلك الا مثل البيت يكرى - ترجمہ : اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ زمین سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں اور گیہوں کے عوض بھی مضایقہ نہیں جبکہ گیہوں کا پیمانہ اور قسم معلوم ہو جب تک کہ اس زمین کی پیداوار کی شرط نہ ہو، اگر یہ شرط ہو کہ اس زمین کی پیداوار کا گیہوں ہو اور پیمانہ معلوم ہو تو اس میں کوئی خیر نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے، اور سعید بن جبیر سے زمین ایک معلوم پیمانہ کے گیہوں کے عوض کرایہ پر دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اجازت دی، اور فرمایا کہ یہ تو ویسے ہی ہے جیسے کہ گور کرایہ پر دیا جائے،۔ یعنی جیسے مکان کرایہ پر دیا جاتا ہے ویسے ہی معلوم مقدار کے گیہوں کے عوض زمین بھی کرایہ پر دی جا سکتی ہے۔

امام ابو داؤد نے مذکورہ بالا حدیث سے پہلے حضرت رافع خدیج ہی سے یہ روایت بھی بیان کی ہے :-

حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى نا الازاعي ح و حدثنا قتيبة بن سعيد نا ليث كلاهما عن ربيعة بن ابى عبد الرحمن واللفظ للازاعي ، قال حدثني حنظلة بن قيس الانصاري قال سألت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق فقال لا بأس بها، انما كان الناس يواجرون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما على الماذنات و اقبال الجداول و اشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا و يهلك هذا ، ولم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه، فأما شيء مضمون معلوم فلا بأس به ، و حديث ابراهيم اتم۔ ترجمہ : ابراہیم بن موسی رازی نے ہم سے بیان کیا کہا ہم سے عیسیٰ نے اور ان سے اوزاعی نے بیان کیا،

ایک دوسرے سند سے بھی امام ابو داؤد روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہم سے قتیبہ بن سعید نے اور ان سے لیث نے اور ان دونوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے، امام اوزاعی کے الفاظ میں روایت کی، کہا مجھ سے حنظلہ بن قیس انصاری (مشہور تابعی اور بعض نے صحابی کہا ہے) نے فرمایا میں نے رافع بن خدیج سے سونا چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، (رافع نے مزید فرمایا) لوگ تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان اشیاء کو اجرت میں دیتے تھے جو پانی کی نالیوں اور پانی کی چھوٹی چھوٹی نہروں کے ارد گرد اگتی ہیں اور کچھ کھیت کی پیداوار بھی دیتے تھے، تو ان میں سے کبھی ایک طرف برباد ہو جاتا اور دوسری جانب سالم رہتا، یا ایک جانب سالم رہتا اور دوسری جانب ہلاک ہو جاتا، اور لوگ کرایہ میں صرف اسی کو دیتے تھے، اسی لئے حضور ص نے اس سے زجر (منع) فرمایا، البتہ اگر اجرت میں ایسی چیز دی جائے جو معلوم ہو اور جسکی ضمانت ہو تو اس کے عوض کرایہ پر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، (امام ابو داؤد فرماتے ہیں) اور ابراہیم کی حدیث اتم ہے۔

حدیث کے الفاظ اور مضامین بالکل واضح ہیں، شرح کی کوئی ضرورت نہیں اور امام ابو داؤد پر پروفیسر صاحب کا بھی اعتماد ہے۔

امام بخاری (ج ۱ ص ۳۱۵) نے اپنی جامع میں خاص باب باندھا ہے: کراء الارض بالذهب والفضة۔ سونے چاندی کے عوض زمین کرایہ پر دینا۔ ابن ماجہ (ص ۱۷۹) نے دو باب لکھے ہیں۔ (۱) باب کراء الارض، زمین کرایہ پر دینا، (۲) باب الرخصة فی کراء الارض البیضاء بالذهب و الفضة، خالی زمین سونے چاندی کے عوض کرایہ پر دینے کی رخصت کا باب۔

آئیے پہلے امام بخاری کے باب پر نظر ڈالیں :

باب کراء الارض بالذهب والفضة، وقال ابن عباس إن امثل ما انتم صانعون ان تستاجروا الارض البيضاء من السنة الى السنة، ترجمہ، حضرت ابن عباس نے فرمایا سب سے بہتر یہ ہے کہ خالی زمین کو اجرت پر ایک سال سے دوسرے سال تک دو۔ حدثنا عمرو بن خالد ثنا الليث عن ربيعة بن ابی عبدالرحمن عن خنظلة بن قيس عن رافع بن خديج حدثني عمای انهم كانوا يكرون الارض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما يثبت على الاربعاء اوبشى يستثنيه صاحب الارض، فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقلت لرافع فكيف هي بالدينار والدرهم؟ فقال رافع ليس بها بأس، بالدينار والدرهم، وكان الذي نهى عن ذلك مالمو نظر فيه ذووا الفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه لما فيه من المخاطرة، قال ابو عبدالله من ههنا قول الليث و كأن الذي نهى عن ذلك: ”عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے اور انہوں نے حنظلہ بن قیس سے اور انہوں نے رافع بن خدیج سے حدیث بیان کی، رافع نے کہا مجھ سے سیرے دو چچاؤں نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمین کرایہ پر دیتے تھے اور عوض میں وہ لیتے جو چاروں فصلوں میں اگتا یا وہ چیز لیتے جسکو زمین کا مالک خارج کر دیتا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہم لوگوں کو منع فرمایا۔ (حنظلہ کہتے ہیں) تو میں نے رافع سے کہا پس کیسا ہے یہ (زمین کرایہ پر دینا) دینار اور درہم کے بدلے میں؟ رافع نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں، دینار اور درہم کے بدلے میں، اور گویا وہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا وہ چیز تھی کہ اگر اس میں حلال و حرام کی سمجھ رکھنے والے نظر کریں تو اسکی اجازت نہ دیں کیونکہ اس میں مخاطرہ یعنی خطرے میں ڈالنا ہے، ابو عبداللہ (یعنی عمرو بن خالد) نے کہا کہ یہاں سے یعنی ”وكان الذي نهى عن ذلك الخ“، سے لیث کا قول ہے۔“

ان ساری حدیثوں سے واضح طور پر یہ امر مستحقیق ہے کہ روپے پیسے یا درہم و دینار کے عوض زمین اجارے پر دینا بلا شک و شبہ جایز ہے، اور

امام محمد کے بیان کے مطابق سعید بن جبیر نے کہا یہ تو ویسا ہی جایز ہے جیسے گھر کرایہ پر دینا۔ اور اگر ان اقتصادی ماہرین کے قول کو مان لیں کہ مکان کا کرایہ سود ہے تو پھر سارا کاروبار دنیا کا معطل ہو جائے کیونکہ نہ سواری کا کرایہ جایز ہو سکتا ہے، نہ موٹر کا، نہ بس کا، نہ ریل کا نہ ہوائی جہاز کا اور نہ کشتیوں اور جہازوں کا کیونکہ پروفیسر رفیع اللہ کے قول کے مطابق یہ سب کرائے ربا میں داخل ہیں۔

جس مضمون پر پروفیسر صاحب نے جرح و قدح کی ہے اس میں (دیکھئے صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹، فکرونظر دسمبر ۱۹۷۴ء) صحاح ستہ سے احادیث و آثار نقل کئے گئے ہیں جن سے کرایہ پر زمین دینے کی اجازت ظاہر ہے، مگر چونکہ یہ رخصت ان کے اپنے عقیدے کے خلاف تھی اس لئے مخالفت پر اصرار کرنے لگے۔ شرعی احکام میں نص کے مقابل قیاس آرائی کہاں تک روا ہو سکتی ہے! لم تحرم ما أحل الله لك!!

پروفیسر صاحب نے علامہ شوکانی کی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ انہوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے کچھ حصہ تو نقل کیا ہے اور پوری بحث کو نظر انداز کر دیا ہے۔ علامہ شوکانی کی بحث کے نچوڑ کو آپ بھی پڑھئے، اور پروفیسر صاحب کی بیان کردہ ذیل کی حدیث کے متعلق علامہ کی رائے بھی دیکھئے۔

عن ابن ابی نعم قال حدثنی رافع بن خدیج انه زرع أرضاً فمر به النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یسقیها فساله لمن الزرع ولمن الارض؟ فقال زرعی ببذری وعملی، لی الشطر ولبنی فلان الشطر، فقال اریتما فردا الارض علی اهلها وخذ نفقتک۔ سنن ابی داؤد۔

ابن ابی نعم سے روایت ہے کہا: مجھ سے بیان کیا رافع بن خدیج نے یہ کہ اس نے ایک زمین کو کاشت کیا، پس گزرے اس کے پاس سے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ وہ اس کو پانی دے رہا تھا حضور نے پوچھا کھیتی کس کی اور زمین کس کی ہے ؟ تو اس نے جواب دیا کھیتی میرے بیج اور عمل سے ہے، نصف پیداوار میری ہوگی اور نصف بنی فلاں کے لئے حضور نے فرمایا تم نے سودی معاملہ کیا، پس زمین اس کے مالکوں کے سپرد کر دو اور اپنا خرچہ لے لو۔

دیکھئے نیل الاوطار ج ۵ صفحہ ۲۹۳: ”نعم حدیث رافع عند ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ بلفظ ”من کانت له أرض فلیزرعها اولی زرعها ولا یکارها بثلث ولا ربع ولا بطعام سمس،۔ و كذلك حدیثہ ایضاً عند ابی داؤد باسناد فیہ بکر بن عاصر البجلی الکوفی و هو متکلم فیہ، قال: انه زرع ارضا... و خذ نفقتک، و مثله حدیث زید بن ثابت عند ابی داؤد، قال: ”نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرة، قلت وما المخابرة؟ قال: ان یأخذ الارض بنصف او ثلث او ربع، فیہا دلیل علی المنع من المخابرة بجزء معلوم، ترجمہ: ہاں رافع کی حدیث کے الفاظ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے نزدیک یہ ہیں ”جس کے پاس زمین ہو چاہئے کہ وہ زراعت کرے یا چاہئے کہ زراعت کے لئے دے اور اسکو ثلث نہ ربع نہ کسی معین طعام کے بدلے کرایہ پر دے، اور اسی طرح رافع کی حدیث جسکو امام ابو داؤد نے روایت کی ہے (ابن ابی نعم سے) اس کے اسناد میں بکر بن عاصر بجلی کوفی ہے جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے (ماہرین رواۃ نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے، حدیث اوپر گزر چکی ہے)، اور اسی طرح زید ابن ثابت رض کی حدیث امام ابو داؤد کے یہاں ہے کہ فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابره سے منع فرمایا (زید فرماتے ہیں) میں نے کہا: مخابره کیا ہے؟ فرمایا ”یہ کہ زمین نصف ثلث یا ربع میں لے، ان حدیثوں میں اس بات پر دلیل ہے کہ مخابره ایک معلوم جز کے بدلے ممنوع ہے۔“

اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں: ”والجمع ما اسکن ہوالواجب، وقد

اسکن هنا مجمل النهی علی معناه المجازی و هو الکراهة ، ولا یشکل علی هذا قوله صلى الله عليه و اله وسلم ”اربيتما“، فی حدیث رافع المذكور و ذلك بان یقال : قد وصف النبی ص هذه المعاملة بانها ربا ، والربا حرام بالاجماع فلا یمکن الجمع بالکراهة، لانا نقول الحدیث لا ینتھض للاحتجاج به للمقال الذی فیہ، ولا سیماع معارضته للاحادیث الصحیحة الثابتة من طرق متعددة الواردة بجواز المعاملة بجزء معلوم ، و کیف یصح ان یکون ذلك ربا وقدمات رسول الله صلى الله عليه وسلم علیه و مات علیه جماعة من أجلاء الصحابة ، بل یبعد ان یعامل النبی صلى الله عليه وسلم المعاملة المكروهة ویموت علیها ولكنه الجأنا الی القول بذلك الجمع بین الاحادیث ، و هذا ما نرجحه فی هذه المسئلة، ولا یصح الاعتذار عن الاحادیث القاضیة بالجواز بانها مختصة به صلى الله عليه وسلم لما تقرر من انه صلى الله عليه وسلم اذا نهى عن شئ نهیا مختصا بالامة و فعل ما یخالفه كان ذلك الفعل مختصا به لانا نقول اولا النهی غیر مختص بالامة، وثانیا انه صلى الله عليه وسلم قدر جماعة الصحابة علی مثل معاملته فی خبیر الی عند موته، و ثالثا انه قد استمر علی ذلك بعد موته صلى الله عليه وسلم جماعة من أجلاء الصحابة ، و یبعد کل البعد ان یخفی علیهم مثل هذا -

ترجمہ : (ان احادیث میں کہ مزارعت کے بارے میں جواز و نہی پر مشتمل ہیں) جمع کرنا جہاں تک ہوسکے واجب ہے، یہاں یہ ممکن ہے کہ نہی کو معنی مجازی پر محمول کریں جو کراہیت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”اربیتما“ (تم دونوں نے سودی کاروبار کیا) سے جو رافع کی مذکورہ حدیث میں ہے اس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوگا یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کو ربا کے لفظ کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اور ربا بالاجماع حرام ہے، بس کراہیت کے ساتھ ان احادیث میں جمع کی صورت ممکن نہیں۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ یہ حدیث حجت کے لائق نہیں ہے کہ اس کے راوی کے بارے میں کلام ہے، اور خصوصاً اس وجہ سے کہ

یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو متعدد طرق سے ثابت ہیں اور جن سے ایک معلوم جزء کے عوض معاملہ کرنا جائز ثابت ہے، پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ رہا ہو کہ اس معاملے پر (خیبر کے معاملے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اور اسی پر جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت کی وفات ہوئی؟ بلکہ یہ بعید ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ معاملہ پر عمل پیرا ہوتے اور اس پر آپکا وصال ہوتا، البتہ اس حدیث نے ہمیں احادیث کے درمیان میں جمع کرنے پر مجبور کیا، اور اس مسئلے میں ہم اسی کو ترجیح دیتے ہیں (جسکو ہم نے بیان کیا)۔ ان احادیث کے مطلق جو جواز کا فیصلہ کرتی ہیں یہ عذر پیش کرنا صحیح نہیں کہ یہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے خاص کراہت کے لئے منع فرماتے تو خود اس کے خلاف کرتے، اور یہ عمل آپ کے لئے خاص ہوتا، یہ اعتذار اس لئے صحیح نہیں کہ اول یہ منع است کے لئے خاص نہیں ہے، دوسرے یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ کی ایک جماعت کو خیبر کے مثل معاملے پر اپنی وفات تک قائم رکھا، تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت اس پر برابر عمل پیرا رہی اور یہ بعید ہے کہ ایسی نہیں ان سے پوشیدہ رہے،۔

اسام شوکانی کی تصریح کے بعد حضرت ابن عباس کی دونوں روایتوں کی تفسیر بھی انہیں کے الفاظ میں سن لیجئے: (ص ۲۹۶) ولکن قوله (قول ابن عباس) ”لان یمنح احدکم اخاه خیرلہ من ان یأخذ علیہا خراجا معلوما: لیکن ان کا قول ”تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو اپنی زمین عطا کر دے تو یہ یقیناً بہتر ہے، اس سے کہ اس زمین پر ایک معلوم و معین خراج لے،“ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نہی کو تحریم سے کراہیت کی طرف پھیرنے کے لئے قرینہ بن جائے۔ اور اسی طرح ابن عباس کی دوسری روایت اس پر دلالت

کرتی ہے کہ یہ نہی اپنے حقیقی معنی کے لئے نہیں ہے: و عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم المزارعة، ولكن اسر ان یرفق بعضهم ببعض، رواہ الترمذی و صحیحہ: ”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں قرار دیا لیکن آپؐ نے یہ حکم دیا کہ بعض لوگ بعض کے ساتھ نرمی اور رفق و محبت سے پیش آئیں، ترمذی نے اس کی روایت کی اور اس کو صحیح کہا۔

غرض امام شوکانی کی تفصیلی بحث سے حسب ذیل باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقالے میں تحریر کر چکا ہوں، اگرچہ آج کل کے ترقی پسند اہل علم اپنی رائے کے آگے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی داروگیر سے باز نہیں آتے: اور اپنی قیاس آرائی کو صحیح اسلامی تفسیر کہنا چاہتے ہیں: مزارعت مطلقاً حرام نہیں، صرف جزوی پیداوار کے عوض مزارعت سے احتراز کرنا چاہئے۔ اور رقم معین یا مقدار مخصوص کے عوض مزارعت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، مکان یا زمین، کرایہ پر دینا جایز ہے، مکان کا کرایہ ہر گز سود نہیں،

پروفیسر صاحب نے ’فیوڈلزم‘ کو مذسوم کہنے کے لئے اور مولانا طاسین نے سوشلزم کے یلغار سے اسلام کو بچانے کے لئے اپنے اجتہادات پیش کرنے کی تکلیف اٹھائی، ان کی نیک نیتی پر ہمیں کوئی شبہ نہیں، البتہ اسوۂ رسول و اسوۂ صحابہ رض اور صریح نص نبوی کے پیش نظر ان کی توجیہیں قابل قبول نہیں معلوم ہوتیں۔

